



جنّت و دوزخ کی حقیقت

واللہ! سن اے سیّد کونین کی امّت

میں عرض کروں دوزخ و جنّت کی حقیقت

ناراض اگر وہ ہوں تو دوزخ ہے یہ دوزخ!

وہ تجھ سے اگر خوش ہوں تو جنت ہے یہ جنت!

امین گیلانی





۲ شعبان ۱۴۰۴ھ
۴ مئی ۱۹۸۴ء

۲/- روپے

أحادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ——— اختلافِ باہمی

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا (رواہ مسلم)

حضرت نبی محترم، رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم نے مسلم برادری کا باہمی تعلق کئی مثالوں اور تشبیہات سے سمجھایا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ارشاد نبوّت ہے جسے حضرت امام مسلم قدس سرہ نے نقل کیا ——— یعنی مسلمان اور مومن ایک دوسرے کے لئے ایسی بنیاد کی مانند ہیں جس کی اینٹیں ایک دوسرے کے ذریعہ قوت حاصل کرتیں اور مضبوط ہوتی ہیں۔ جبکہ ایک دوسرے ارشاد میں مسلم سوسائٹی کو ایک جسم کے باہمی اعضاء سے تشبیہ دی ہے جن میں سے ہر عضو دوسرے عضو کی راحت و تکلیف سے باقاعدہ متاثر ہوتا ہے۔

قرآن عزیز نے حضرات انبیاءؑ علیہم السلام کا کئی جگہ ذکر کرکے لوگوں پر یہ واضح کیا کہ انبیاء کا تعدد اور ان کا یکے بعد دیگرے آنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ کوئی نئی نئی چیزیں لے کر آئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی حقیقت کی دعوت دی اور بس۔ مثلاً سورۂ انبیاء علیہم السلام کو دیکھیں۔ اس میں مختلف انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوا:

”یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے، سب ایک دین پر، اور میں ہوں تمہارا رب، سو میری بندگی کرو۔“ (حضرت شیخ الہندؒ)

بقول حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم:-

”یعنی خدا بھی ایک اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہ ہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف، وہ زمان و مکان کے اختلاف کی وجہ سے عین مصلحت و حکمت ہے۔ اختلاف مذموم وہ ہے جو اصول میں ہو۔ پس لازم ہے کہ سب مل کر خدا کی بندگی کریں اور جن اصولوں میں تمام انبیاء متفق رہے ہیں ان کو متفقہ طاقت سے پکڑیں۔“ (تفسیر عثمانی ص ۴۲۷)

جب انبیاء علیہم السلام کا یہ معاملہ تھا کہ وہ ایک ہی دعوت اور ایک ہی پیغام لے کر اصولی طور پر دنیا میں آئے تو پھر اختلاف و تفریق کی یہ باد سموم کہاں سے چلی؟ اس کا ذمہ دار کون ہے اور اس مصیبت عظمیٰ کا بوجھ کس کے سر ہے ———؟ قرآن عزیز اس سوال کا خود جواب دیتا ہے، سورۃ الانبیاء کے چھٹے رکوع کی آخری آیت ہے:-

ترجمہ: اور ٹکڑے ٹکڑے کر لیا لوگوں نے آپس میں اپنا کام، سب ہمارے پاس پھر آئیں گے۔“

یعنی ہم نے تو اصول کے طور پر ایک دین دیا تھا۔ لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اس کے

(باقی ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین



جلد ۲۹ • شمارہ ۴۴
۲ شعبان المعظم • ۴ رمئی
۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء

——— رئیس الادارہ ———
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

——— مجلس ادارت ———
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین صلاحی • مطبع شرکت پرنٹنگ پرس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

قادیانیت، رفض اور فرقہ واریت

یہ مثلث قوم کو لے ڈوبے گی

مارچ کے آخری ایام اور اپریل کے ابتدائی ایام عجیب ہیجان انگیز تھے ——— ایک طرف مرزائی اقلیت روایتی خود سری، باغیانہ ذہنیت اور فسادی مزاج کے سبب ملک بھر میں اپنا لٹریچر کھلے بندوں تقسیم کرکے امت مسلمہ کے جذبات کو للکار رہی تھی، تو دوسری طرف عالم اسلام کے نامور قاری محمد عبدالباسط عبدالصمد حفظہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ پاکستان بالخصوص دورۂ لاہور سے حسد کھا کر "ایک سرکاری ملازم عالمِ دین" نے وہ ہنگامہ بپا کیا کہ توبہ بھلی۔ کہا یہ گیا کہ ۲۳ر مارچ کو جب قاری صاحب عالمگیر مسجد میں محوِ قرأت تھے تو کچھ لوگوں نے ایک ایسا نعرہ لگایا جو نہایت درجہ اہانت آمیز تھا اور جس سے امامنا المحترم، سیدالانام، قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کی توہین ہوتی تھی۔ صوباتی حکومت کے بعض ذمہ دار لوگوں کے ساتھ ساتھ عوام میں سے کئی ایک ذمہ دار حضرات کی واضح تردید کے برعکس اس "مبینہ واقعہ" کو اتنا اچھالا گیا اور اس سے متعلق اس حد تک اشتہار بازی کی گئی کہ الامان ——— اگر ملک کے باشعور عوام شعور و سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کرتے تو یہ "گھڑنتو داستان" ملک کے امن کو غارت کرکے رکھ دیتی اور قریب تھا کہ کئی لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ ایک فرقہ پرست اور فرقہ پرور "سرکاری مولوی صاحب" کی ہنگامہ آرائی میں جب وہ لوگ بھی شریک ہو گئے جن کا سنت سے تعلق ہے نہ جماعتِ صحابہؓ سے، جو کلمۂ اسلام، اذان، نماز، قرآن سب کو محرّف مانتے، تقیہ کے علمبردار اور "ائمہ" کے معصوم ہونے اور "مہدی

"آخرالزمان" کی آمد پر رسول محترم کے اُن سے بعیت ہونے کے کافرانہ عقیدہ کے قائل ہیں، تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی، یہ جماعت جو شیعہ کے نام سے معروف ہے خمینی کے برسرِاقتدار آنے کے بعد سے خاص طور پر سرگرم عمل ہے۔ پاکستان میں اس کی جارحیت کے ساتھ ساتھ سعودی عرب میں حج کے مبارک موقعہ پر اس کی بے راہروی کو ان لوگوں نے بھی محسوس کیا جو خمینی انقلاب کو اسلامی انقلاب کہتے نہیں شرماتے ـــــ اس سکول کے لوگوں نے "حزب الاحناف" کی بے ہنگم کانفرنس کی تائید وحمایت میں قدآدم پوسٹر ہی نہیں چھاپے بلکہ بنفسِ نفیس سیاہ عمامہ پوش حضرات سٹیج پر رونق افروز نظر آئے ـــــ اب حالات پُرسکون ہیں؟ شاید کوئی ایسا ہی سمجھے۔ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ـــــ مرزائی اقلیت کے پمفلٹ اوران کا اخباری پروپیگنڈا "الفضل" سے لے کر "لاہور" تک میں جاری ہے۔ خمینی کے پیروکار برابر کا رنگ دکھا رہے ہیں۔ اور فرقہ پرست حضرات ۱۷ رمئی کو عالمگیر مسجد لاہور میں اسی نوع کی کانفرنس کرنے کا اخبار میں اعلان کر چکے ہیں جس نوع کی ۱۲ راپریل کو انہوں نے متروکہ وقف املاک میں شامل ایک کوٹھی کے وسیع لان میں منعقد کر کے ہنگامہ آرائی کی ـــــ لاہور کے سینکڑوں لوگ جانتے ہیں کہ اس موقعہ پر اسلحہ لہرانے کا اہتمام ہوا۔ خدا معلوم یہ اسلحہ آیا کہاں سے؟ تقریروں اور قراردادوں میں وہ زبان استعمال کی گئی جس کا تجزیہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ وہ تو خود مومن ہیں اور ان کے سوا سبھی کافر ہیں ـــــ ۱۷ رمئی کی شاہی مسجد کی کانفرنس کے لئے وہ اسی انداز و اہتمام سے شور مچا رہے ہیں اور اسی نہج سے ہنگامہ آرائی کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ یہی شب و روز اگر رہے اور سرکار نامدار نے سختی سے ان چیزوں کا نوٹس نہ لیا تو یہ "مثلث" ملک و قوم کو لے ڈوبے گی اور حالات بے قابو ہو جائیں گے۔

ہونا یوں چاہئے کہ مرزائی دنیا کے اخبارات و رسائل کے ڈیکلریشن منسوخ کیے جائیں۔ جو پمفلٹ وہ ملک میں تقسیم کر رہے ہیں ان کو محض ضبط کر لینا ہی علاج نہیں۔ جس پریس میں وہ چھپتے ہیں وہ پریس ضبط ہو، اس کے پرنٹر اور ناشر ہی کو نہیں "ربوہ" کے مسٹر طاہر احمد کو گرفتار کر کے صحیح گوشمالی کی جائے کیونکہ واقعات یہ ہیں کہ ربوہ میں سرکارِ ربوہ کی مرضی کے بغیر پتہ نہیں ہلتا اور یہاں کا ہر کام مرزائی سربراہ کے ایماء سے ہوتا ہے۔ ضیاءالاسلام پریس ربوہ کا لٹریچر اسی زمرہ میں آتا ہے۔ اسی لئے طاہر میاں کے ساتھ متعلقہ نظارت کے ذمہ داروں کی گرفتاری اور آئین شکنی، آئین سے بغاوت اور ملک میں منافرت پھیلانے کے الزام میں فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ خمینی پرستوں کے وہ ذمہ دار لوگ جنہوں نے لاہور کی ۱۲ راپریل کی منافرانہ کانفرنس میں دامے، درمے، قدمے، سخنے شرکت کی انہیں قانون کے شکنجہ میں کسنا اور اس بات کی ٹوہ لگانا کہ کن پس پردہ محرکات کے سبب انہوں نے اہلسنت سے واضح اختلافات کے باوجود یہ قربانی دی؟ ضروری ہے، ورنہ پانی سر سے گذر جائے گا۔

اور مثلث (تثلیث) کا تیسرا حصّہ وہ فرقہ پرست مولوی ہیں جو مختلف حوالوں سے سرکار کے خزانہ سے تنخواہ لے رہے ہیں ان کو ہر نوع کے مناصب سے فارغ کر کے اس کانفرنس کا اہتمام کرنے، اس کے لئے اشتعال انگیز پوسٹربازی، اسلحہ لہرانے، منافرت و اشتعال انگیز تقاریر کرنے کی بنیاد پر مقدمات چلائے

(باقی ۲۴ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط وترتیب : ادارہ

قلبِ سلیم ○ بندۂ مومن کا اصل سرمایہ

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالی

محترم حضرات و معزز خواتین! قرآن عزیز کی سورۂ شعراء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام وہ بزرگ تھے جنہیں جدّ الانبیاء ہونے کا شرف حاصل ہے ـــــ انہی نے بیت اللہ کی تعمیر کا فرض سرانجام دیا۔ اور دعا کی کہ اس وادی غیر ذی زرع میں آباد ہونے والوں کی روزی کا اے اللہ تو پھلوں کے ذریعہ انتظام فرما اور روحانی طور پر ان میں "نبی اعظم" کو مبعوث فرما۔ چنانچہ حضور علیہ السلام بھی انہی کی اولاد امجاد میں سے تھے اور آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا ثمر و نتیجہ بنا کر بھیجا ہے سورۂ شعراء میں ان کی اس گفتگو کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے کی۔ ان کا باپ بھی بدقسمتی سے کافر و مشرک تھا اور قوم بھی ایسی ہی تھی۔ جب قوم نے کہا کہ ہم تو ان بتوں کو پوجتے ہیں اور سارا دن انہی کے پاس لگے بیٹھے رہتے ہیں تو آپ نے ان سے سوال کیا:۔

"وہ کچھ سنتے ہیں تمہارا کہا
جب تم پکارتے ہو یا کچھ
بھلا کرتے ہیں تمہارا یا بُرا؟"

ان کے پاس اس سیدھے سادے سوال کا جواب تو نہ تھا روایتی کٹڑ جتوں کی طرح کہنے لگے کہ:۔

"بولے نہیں! پر ہم نے پایا
اپنے باپ دادوں کو یہی
کام کرتے" ـــــ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان عقل کے اندھوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

"بھلا دیکھتے ہو جن کو
پوجتے رہے ہو تم اور
تمہارے باپ دادے اگلے،
سو وہ میرے دشمن ہیں۔
مگر جہان کا رب (کہ وہی
اصل میں میرا ولی ودا تا ہے)"

رب العالمین کا بھرپور تعارف کراتے ہوئے انہوں نے فرمایا:۔

"جس نے مجھ کو بنایا،
سو وہی مجھ کو راہ دکھلاتا
ہے، اور وہ جو مجھ کو
کھلاتا ہے اور پلاتا ہے
اور جب میں بیمار ہوں
تو وہی شفا دیتا ہے۔
اور وہ جو مجھ کو ماریگا
پھر جلائے گا (زندہ کریگا)
اور وہ جو مجھ کو توقع
ہے کہ بخشے میری تقصیر
انصاف کے دن"

اس کے بعد انہوں نے رُخ بدلا۔ اور بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہوئے عرض کیا۔

"اے میرے رب! دے
مجھ کو حکم اور شامل کر
مجھ کو نیکوں میں اور رکھ
میرا بول سچا پچھلوں میں
اور کر مجھ کو وارثوں
میں نعمت کے باغ کے
اور معاف کر میرے باپ

کو وہ تھا راہ بھولے ہوؤں میں، اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن سب جی کر اٹھیں، جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے **مگر جو کوئی آیا اللہ تعالیٰ کے پاس لے کر دل چنگا** ——

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ رب العزت کا تعارف اس نالائق قوم سے کرایا پھر دعا کے لہجہ میں اپنی عاجزی و نیازمندی کا اظہار کیا اور ہوا و ہوس کے بندوں پر واضح کیا کہ اگر کوئی شخص مال اور دولت کی فراوانی اور اولاد و قبیلہ کی بہتات پر نازاں ہے تو وہ کم عقل اور ناداں ہے، سب کو خوب جان لینا اور سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ رب العزت کے یہاں کامیابی اسے ہی نصیب ہوگی جو قلب سلیم (چنگا دل) لے کر آیا —

علماء نے قلبِ سلیم کے متعلق لکھا:—

”یعنی بھلا چنگا بے روگ دل جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہوگا - وہی وہاں کام دیگا نرے مال اور اولاد کچھ نہ کام آئیں گے اگر کافر چاہے کہ قیامت میں مال و اولاد فدیہ دے کر جان چھڑالے تو ممکن نہیں، یہاں کے صدقات و خیرات اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اُسی وقت ہے جب اپنا دل کفر کی پلیدی سے پاک ہو۔“

”قلبِ سلیم“ جو قیامت کے دن انسان کے لئے نجات کا باعث بنے گا اس کی نہایت اچھی تعریف وہ ہے جو ایک نہایت عالم و عابد اور زاہد بزرگ حضرت امام ابن قیمؒ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے:——

قلب سلیم وہ دل ہے جو حیاء، خوف، طمع اور امید کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی ہی کے لئے خاص ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا اس میں کسی کی محبت نہ ہو، اس کے خوف کے سوا کسی کا خوف نہ ہو، اس کے سوا کسی سے کوئی امید وابستہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ارشادات و احکامات کی تصدیق و طاعت ہی اس دل کا سرمایہ ہو اس کے فیصلوں اور اس کی تقدیر پر اس طرح راضی ہو کہ کسی پر کوئی تہمت نہ دھرے کسی سے نہ جھگڑے اور کسی پر غصہ نہ ہو۔ اپنے رب کا اس طرح فرمانبردار ہو کہ اس کے ہر عمل سے انقیاد، خضوع اور ذلّت و عبودیّت ٹپکتی ہو۔ بندہ کے جملہ احوال و اقوال اور ذائقے ظاہری اور باطنی طور پر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی سے منوّر ہوں (اور ماسوا کا اس میں قطعاً دخل نہ ہو)

حضرات و خواتین! یہی تزکیہ و احسان کا خلاصہ اور یہی بندے کی اصل ضرورت ہے — رب العزت ہم سب کو قلب سلیم کی بے پایاں دولت سے نوازے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ماہانہ مجلس ذکر

حسب سابق انشاء اللہ خضرا مسجد سمن آباد لاہور میں ۶ رمئی بروز اتوار بعد نماز مغرب منعقد ہوگی۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

معراجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اہم اسباق

اور ہماری بے حسی!

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ! اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:— سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ..... الخ

محترم حضرات و معزز خواتین! ۶۲۰-۲۱ عیسوی بعثتِ نبوی کا دسواں یا گیارھواں سال نبی محترم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی زندگی کا نہایت ہی اہم سال ہے۔ اس سال ایک طرف تو آپؐ کی زندگی کا وہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا جسے واقعہ معراج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں آپؐ نے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، پھر ساتوں آسمانوں، سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور وغیرہ کی سیر کی۔ اپنے رب کی عظیم الشان نشانیاں دیکھیں، اپنے خالق و مالک کے حضور التحیات للہ والصلوات والطیّبات کی شکل میں ہر نوع کی عبادت کا ہدیہ پیش کیا جس کے جواب میں السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کی شکل میں خود آپؐ کے لئے اور السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین کی شکل میں آپؐ کی امّت کے لئے سلامتی و رحمت اور برکات کا وعدہ ہوا اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے تو نہایت سچے اور ہر حال میں پورے ہونے والے ہیں۔

دوسری طرف اسی سال

بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی ——

مدینۃ النبی جسے قدیم میں یثرب کہا جاتا تھا، وہاں سے چند مخلص و باخدا بندے اس شہر مکہ میں آئے جو چھ کی تعداد میں تھے۔ مکہ کا شہر نبی محترم اور ان کے چند گنتی کے احباب کے لئے سخت مصائب و آلام کا شہر بنا ہوا تھا۔ ہر ظلم یہاں ان پر توڑا جا رہا تھا۔ مدینہ کے وہ بے نفس انسان اس سے واقف تھے۔ لیکن وہ آئے اور ایک گھاٹی میں کائنات کے معلّم و رہنما اور مزکی و مرشد کامل سے مل کر اسلام قبول کیا، بیعت کی، اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کی اور محبت و باہمی اعتماد کا وہ رشتہ جوڑا جو آئندہ چل کر ہجرت نبوی کا باعث بنا۔ اور گویا مدینہ منورہ میں اسلام کی عمارت کا سنگ بنیاد ثابت ہوا، یہی چھ حضرات تھے جو اس وقت کس مپرسی و بے چارگی کے عالم میں چھپ کر بیعت کر رہے تھے لیکن قدرت خداوندی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ ان چھ کا ایمان و اسلام ہجرت جیسے عظیم واقعہ کا باعث بنے گا اور اللہ رب العزت کے یہاں ان چھ کے ایمان کو نہ صرف

مدینہ منورہ بلکہ پوری کائنات میں اسلام پھیلنے کا نقطۂ آغاز تصور کیا جائے گا۔ فرضی اللہ تعالےٰ عنہم و ارضاھم۔

ہماری بے حسی

لیکن ہمارا معاملہ ایسا ہے کہ ہمارے یہاں سال کا غالب حصّہ سیرت و میلاد اور معراج کے جلسوں کی نذر تو ہو جاتا ہے، جلوس اور ہنگامے تو برپا ہو جاتے ہیں۔ تاہم کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، وجہ جو میری سمجھ میں آتی ہے وہ کچھ ایسی ہے کہ ہمارے یہ پروگرام دعوت و تبلیغ کے جذبہ صادقہ سے کم ہوتے ہیں، دوسروں کو نیچا دکھانے، انہیں کوسنے، برا بھلا کہنے، سارے محلّے کو بے آرام کرنے اور اپنی خطابت کا سکّہ جمانے کی غرض سے اہتمام زیادہ ہوتا ہے، جب نیتیں ہی یہ ہوں، اغراض فاسد ہوں اور انسان خود ہی عمل و کردار سے عاری ہو تو ناممکن ہے کہ وہ جلسہ کوئی اثر مرتب کرے گا۔ مثبت اثر تو ظاہر نہ ہوگا منفی اثر بشکل ہنگامہ و جھگڑا اور عناد و فساد البتہ ضرور ہوگا امّت ٹکڑیوں میں بٹے گی، آپس میں اُلجھے گی اور خون خرابہ ہوگا واعظین و مبلّغین جو ان مقدس الفاظ کے کسی طرح مستحق نہیں ایک آدھ تقریر حافظ قرآن کی طرح رٹ کر سارا سال دہرائیں گے سارے ملک میں اس کا ورد کریں گے۔ نبی محترم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل مخصوص نشانیاں جنہیں ارباب سیرت "ارھاصات" کہتے ہیں ان کا تذکرہ ہو گا۔ آپ کی رضاعت اور دودھ پینے کی داستان سرائی ہو گی، آپ کے حسن و جمال کا ذکر ہوگا اور بس —— حضور علیہ السلام کے حوالہ سے کوئی بھی سچی روایت ہو یا آپؐ کی زندگی کے کسی بھی دور کا کوئی واقعہ ہو۔ بشرطیکہ اس کی سند و اسناد صحیح ہو اس کا ذکر و بیان نیکی اور بھلائی ہے، یقیناً اس پر اجر مرتب ہوتا ہے لیکن حضور علیہ السلام ایک زندہ دین، ایک آتشین شریعت اور ایک نہ مٹنے والا پیغام چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے۔ اس دین و شریعت کا ہماری زندگی کے ہر ہر لمحہ سے تعلق ہے لیکن حرام کہ کوئی واعظ و مبلّغ سال بھر کے جلسہ ہائے سیرت و میلاد میں ان باتوں کا ذکر کرے۔ جن سے عقائد کی اصلاح ہو، اعمال درست ہوں، اعمال کی ترغیب ہو، اخلاق و کردار سنوریں۔

اور رجب

ایسا مہینہ ہے جس میں معراج کا واقعہ پیش آیا۔ بیعت عقبیٰ اولیٰ جیسا عظیم الشان اور تاریخ ساز مرحلہ اسی مہینہ سے متعلق ہے۔ لیکن اسے تو کبھی کسی نے چھیڑا ہی نہیں کبھی کسی نے بتایا ہی نہیں کہ وہ کون بلانوشانِ محبت تھے جو یثرب (مدینہ طیبہ) سے کفن بردوش نکلے جذبات صادقہ، خلوص نیّت ان کا سرمایہ تھا، سینکڑوں میل کا سفر طے کرکے وہ اپنے دور کے سب سے بڑے مظلوم کے حضور نیازمندانہ حاضر ہوتے اس کا پیغام اس کی زبان سے سنا۔ دل کی گہرائیوں سے اس کی تصدیق کی اور متاع ایمان و ایقان لے کر واپس لوٹے، ان کے دلوں میں خیالات کا تلاطم تھا وہ سوچ رہے تھے کہ یہ نبی اُمّی، یہ امام محترم، یہ نبوّت و عصمت کا باب رحمت بند کرنے والا اگر ہمارے گھر آ جائے تو کتنا اچھا ہو؟ ہماری قسمت جاگ اٹھے، لیکن حضرات مبلّغین کو چند مخصوص روایات سے فرصت ہو تو وہ اس واقعہ اور اس واقعہ سے متعلقہ کرداروں کا ذکر کریں۔ اسلام میں بیعت ارشاد و جہاد کی اہمیت پر روشنی ڈالیں یہ جذبات صادقہ امّت میں پیدا ہو جائیں، اس کی سعی کریں ——

ایثار و قربانی کی مشعل جلائیں اور اسلام کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔

رہ گیا معراج تو یہ بتائیں گے کہ حضور علیہ السلام وہاں سو رہے تھے کہ فرشتوں نے آکر آپؐ کو غایت درجہ احترام سے اٹھایا۔ براق نامی سواری پیش کی، یوں آپؐ کا استقبال بیت المقدس میں ہوا اور یوں ہر ہر آسمان پر ہوا۔ لیکن یہ نہیں بتائیں گے کہ اس سفر مقدس میں اس عبدِ کامل کی اپنے خالق و مالک سے کیا گفتگو ہوئی۔ اسے جو براہِ راست ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تو اس میں کلام کیا تھا؟ باتیں کیا تھیں، کیا لیا کیا دیا اور واپسی ہوئی تو کن پیغامات اور سچائیوں کے ساتھ؟

معراج میں باہمی مکالمہ

پہلے اشارہ کر چکا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے التحیات للہ والصلوات والطیبات کی شکل میں اپنی عاجزی و نیازمندی اور عبادت و بندگی کا ہدیہ اس شاہنشاہ حقیقی، اس مالک الملک اور اس خالق کائنات کے حضور پیش کیا۔ آپ بندے تھے، آپ عبد کامل تھے۔ ایک بندے کی حقیقی تعریف اور اس کی عظمت کا اندازہ اس کے احساس بندگی سے ہی ہو سکتا ہے، حضور علیہ السلام اپنے مقام سے واقف تھے انہیں احساس تھا کہ مَیں کون ہوں؟ اسی لئے تو وہ کبھی کبھار نہیں اکثر و بیشتر اپنے اللہ کے حضور اضطراب و بے چینی کے عالم میں عرض کرتے:۔

"اے میرے مالک و خالق! مجھے احساس ہے کہ مَیں حق بندگی ادا نہ کر سکا۔ اور تجھے صحیح معنوں میں پہچان نہ سکا"

جس رسول رحمت کے قیام کا یہ حال ہو کہ پنڈلیاں سُوج جاتیں، کئی کئی طویل سورتیں ایک ایک رکعت میں پڑھی جاتیں اور اسی تناسب سے رکوع اور سجود ہوں اس کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے اللہ کے حضور اس طرح اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے —— صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم —— بہرحال اس خاتم النبیین والمعصومین نے معراج کے سفر میں اپنے رب کے حضور نذرانہ عبودیت پیش کیا جس کے جواب میں شہنشاہ حقیقی عزّ اسمہ نے اسے سلامتی سے نوازا اور اس کے ساتھ اس کی امّت کو اس سعادت سے بہرہ ور کیا۔

اور واپسی پر تین باتیں

پھر جب واپسی ہوئی تو وہ تین باتیں لے کر آئے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ اللہ رب العزت نے ہر اس شخص کی بخشش کا وعدہ کیا جس کا دامن شرک کی آلودگی سے پاک ہو۔ قرآن عزیز نے شرک کو نجس و ناپاک کہا —— انّما المشرکون نجس (سورۂ توبہ) اس کے لئے عدم بخشش کا واضح اعلان کیا —— انّ اللہ لا یغفران یشرک بہ (النساء) یہی بات معراج میں ہوئی، پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ۔ شاید کوئی اس بدترین گناہ کا مجرم کسی دھوکہ کا شکار ہو، سب کے لئے بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے نہیں، کوئی غیرت مند اپنا شریک اور ساجھی گوارا نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ تو حضور علیہ السلام کے بقول سب سے زیادہ غیرت والے ہیں، بلکہ غیرت کے مالک ہیں، خالق ہیں وہ ایسے مجرم کو کیسے برداشت کریں؟ ہر نوع کی نافرمانی پر بخشش کی امید رہنی چاہیے لیکن اس شخص کے لئے امید کا تصور ہی غلط ہے۔ اس کا ٹھکانہ بہرطور جہنم ہے، ابدی اور دائمی جہنم۔ جہاں اس کا چمڑا گل گل کر اور

سڑ سڑ کر دوبارہ پیدا ہوگا اور جلے گا لا یموت فیھا و لا یحییٰ (الاعلیٰ) نہ انسان کو وہاں موت آئے گی نہ زندگی کا مزہ ہوگا ——— دنیا میں انسان جب حالات سے پریشان ہوتا ہے تو خودکشی کر کے اپنی رگِ حیات کاٹ لیتا ہے لیکن وہاں تو ایسا بھی نہ ہو گا۔ سراسر دکھوں بھری زندگی ہو گی۔ یہ قبر پرستی، تعزیہ پرستی اکابر پرستی، یہ سب وہ جرائم ہیں جن کا انجام کرنے والوں کو شاید معلوم نہیں اور یا پھر وہ اندھے بنے بیٹھے ہیں ——— رب العزت اپنے کرم بے پایاں سے اس مصیبت سے نجات دے۔

خواتیم سورۂ بقرہ

اور دوسری بات جو معراج سے واپسی پر ملی وہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں ——— ایک آیت بنیادی عقائد کے سلسلہ میں نہایت جامع ہے جس میں فرمایا کہ نبی سب سے پہلے خود اس وحی پر ایمان لاتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس پر آتی ہے۔ پھر باقی لوگ، سعادت مند اور خوش قسمت افراد اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں، اس کے تمام رسولوں پر ——— اس طرح کہ ان میں تفریق نہیں کرتے اور ایمان لا کر عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک! ہم نے تیری باتیں سنیں بقدر ہمت و استطاعت تابعداری کی، ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما دے اور گناہوں کو اپنی رحمت سے دھو دے کہ آخری ٹھکانہ تو تیرے ہی پاس ہے۔ اور دوسری آیت ہے تو اس میں دعائیں سکھلائیں جن سے عبدیت و بندگی کا زبردست ظہور ہوتا ہے ——— اے ہمارے رب! بھول چوک پر ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا، اور ایسے بوجھ سے ہمیں بچانا جس کو اٹھانے کی ہم میں سکت و ہمت نہیں، ہمیں معاف کر دینا، بخش دینا، ہم پہ رحم فرمانا تو ہی ہمارا مولا، دستگیر، داتا اور کارساز ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہمیں اپنی رحمت اور مدد سے نوازنا۔ (مفہوم آیت)

الصّلاۃ

تیسری بات الصلاۃ (نماز) تھی جو ابتدا میں پچاس تھیں۔ پھر پانچ رہ گئیں، وہی صلاۃ جس کا قرآن میں بار بار ذکر ہے جس کا مواخذہ قیامت میں سب سے پہلے ہوگا۔ جو نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، جو مسلمان کے لئے معراج ہے، جو دین کا بنیادی ستون ہے۔ جس کی تلقین نبی علیہ السلام نے آخری وقت میں بار بار کی۔ جس کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ میرے نزدیک سب سے اہم معاملہ نماز کا ہے جسے اس کی فکر نہیں اسے گویا کسی چیز کی فکر نہیں۔ جس کے لئے حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہمارے امیر و امام اسی لئے ہوں گے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں امام صلاۃ بنایا۔

پر افسوس

آج معراج کے نام سے جلسے تو ہیں، واقعاتی تقریریں ہیں، چہک چہک کر، لیکن توحید و شرک کا خیال نہیں، پوری قوم ہوس کے بتوں کا شکار ہے۔ مساجد خالی ہیں، مزارات پر بھیڑ ہے، تعزیہ پر بھیڑ ہے، مزارات پر منتیں مانی جا رہی ہیں، اللہ کے دروازے پر آنے والے قلیل اور محدود ہیں، نماز کا نام نہیں، راعی سے لے کر رعایا تک، عالم سے جاہل تک، پیر سے مرید تک سب اس بنیادی اور حقیقی فرض سے محروم ہیں ——— پڑھتے نہیں۔ پڑھتے ہیں تو وقت کا لحاظ نہیں، جماعت کی فکر نہیں، گھر میں پڑھ لی، دکان پر پڑھ لی، کہیں پڑھ لی۔ یہ سب باتیں غلط ہیں، اس فرض کو فرض جانیں یہ اہم ترین فرض ہے (بیچا ہے اس کا حساب ہوگا اور یہی معراج کی [illegible] ہے۔ رب العزت ہم سب کو اصلاح عقائد و اعمال کی نعمت سے نوازے۔)

حضرت مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

اولیاءؒ و انبیاءؑ کرام کے انتقال کے بعد ان کا وسیلہ

اَرْجیٰ لِلْاِجَابَۃِ اور مفید تر ہے ——— حضرت مدنیؒ

وسیلہ اور استشفاع میں دیوبندی مسلک

اسلامی فقہ کے زیر عنوان ۵ مارچ ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں وسیلہ کے مسئلہ اور مسئلہ استشفاع (حضور علیہ السلام کے روضۂ مطہرہ پر حاضری کے وقت اپنی شفاعت کے لئے درخواست کرنا) سے متعلق بڑے ادب و احترام کے ساتھ مسلک اہل سنت (دیوبندی علماء و اکابر کا مسلک) کسی سائل کے جواب میں عرض کیا گیا تھا۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ راولپنڈی اور علاقہ چھچھ کے نامور عالم دین استاذ العلماء شیخ القرآن مولانا مولوی غلام اللہ خان مدظلہم کی تصنیف تفسیر جواہر القرآن پ ۱۵ ع ۷ کی تفسیر میں جو مسلک دربارہ وسیلہ و مسئلہ استشفاع درج ہے۔ وہ اکابر علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے اس پر ان کے شاگرد رشید یا شاگردانِ رشیدؔ محمد صابر عبد السلام" کی طرف سے دفاعی تعاقب بندہ کے نام آیا۔ جس کا جواب براہ راست انہیں دینے کی بجائے اسلامی فقہ کے زیر عنوان شائع کرنا مناسب سمجھا گیا کہ افادہ عام ہو اور جو لوگ حضرت شیخ القرآن کی سختی یا تشدد کی بنا پر اکابر دیوبند کو مطعون قرار دیتے ہیں، وہ اپنے اس فعل سے بچ سکیں۔ جناب علامہ محمد صابر عبد السلام نے جو بندہ پر ذاتی قسم کی طعن و تشنیع اور طنز کی بمبارڈمنٹ کی ہے وہ بندہ نے انہیں محض للہ اور فی اللہ معاف کر کے فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ کی سند اپنے رب تعالےٰ سے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ ان کے سوالات جن کا جواب دیا گیا ہے بس یہی ہیں کہ توسل بالذات جائز نہیں، حضور علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت اپنی شفاعت کی درخواست کرنا ناجائز ہے دعا میں بحق فلاں کہنا مکروہ تحریمی ہے اولیاء کرام سنتے نہیں وغیرہ وغیرہ۔ باقی سب میری رگڑائی ہے، اس کو شائع کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرا واسطہ پڑھے لکھے اور سمجھدار بقول ان کے "ادنیٰ شاگردوں" اور بقول میرے اعلیٰ شاگردوں سے پڑا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور صاحب نے بھی خط لکھا ہے لیکن وہ تو بس ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ہی ہے اور جواب کے قابل ہی نہیں۔ بندہ حیران ہے کہ طبقہ علماء و طلباء اسلام سے تعلق رکھنے والے بھی اس طرح بولتے لکھتے ہیں۔ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ بہر حال علامہ محمد صابر عبد السلام کا مضمون بھی طعن و تشنیع اور طنز سے خالی نہیں لیکن الحمد للہ کوئی گندی بات اس میں نہیں لکھی گئی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

احقر الانام حافظ ریاض احمد اشرفی عفا اللہ عنہ

۱۵-۳-۸۰ء

نوٹ: اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ سوال بھیجنے والے اپنا پوسٹل اڈریس (خط و کتابت کا پتہ) مکمل لکھا کریں۔ ورنہ جواب نہ جانے کی صورت میں شکایت نہ کریں۔ ایک صاحب اپنا پتہ محمد فاروق آف چکوال لکھتے ہیں اور اناپ شناپ لکھتے رہتے ہیں پورا پتہ کبھی نہیں لکھتے۔ معلوم ہوتا ہے جعلی کام کرتے ہیں۔ ان کے لفافہ پر دونوں جگہ راولپنڈی کی مہر ہوتی ہے۔ ایسے خطوط ردی کی ٹوکری میں ڈال دئے جاتے ہیں۔

بخدمت جناب علامہ محمد صابر و علامہ عبد السلام صاحبان زید مجدکما و علیکما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا آپ کی طرف سے جناب درانی صاحب

دفتر جنگ میں تشریف لائے ۔ اچانک ملاقات پر انہوں نے فرمایا کہ وہ شورش ملک صاحب کو ڈھونڈ رہے ہیں ۔ عرض کیا گیا کہ وہ رات کو تشریف لاتے ہیں ۔ عرض کیا گیا کہ یہ مضمون بندہ ان تک پہنچانے کا بندوبست کر دے گا ۔ تو انہوں نے بخوشی مجھے عطا فرما دیا ۔ بندہ نے جب اسے دیکھا تو جناب درانی صاحب سے عرض کیا ۔ یہ مضمون اور خط کس کے نام ہے ۔ اس کا تعلق شورش ملک سے نہیں ہے ۔ اور خود علامہ صاحبان نے بھی اس میں اس بندۂ نالائق کو خطاب فرما کر عزت بخشی ہے ۔ تو انہوں نے فرمایا اچھا پھر ٹھیک ہے ۔

جناب کا گرامی نامہ مع مضمون کے بڑے غور سے پڑھا اور اس پر واللہ العظیم بہت خوشی ہوئی کہ اس دور میں بھی ایسے اعلیٰ شاگرد موجود ہیں جو اپنے لئے لفظ ادنیٰ شاگرد استعمال کرکے اپنے استاذ المکرم کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہیں ۔ اللہ تعالے آپ کو اسی طرح قائم رکھے اور خدا نہ کرے کہ آپ پر کوئی ایسا سیاہ بختی کا دور آئے کہ اپنے محسن و مربی اور استاذ مکرم کی طرف سے دفاع میں کمزوری دکھا سکیں ونفعکم اللہ العظیم ۔ بندہ بھی چاہتا تھا کہ شاگردان باصفا پر اپنے استاد کا دفاع لازم ہے اور اسی دفاع کی توقع بندہ کو حضرت اقدس استاذ العلماء والطلباء شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان دامت برکاتہم وعم فیوضہ وزبدہ مجدہ کی ذات والا صفات سے بھی ہے ۔ حضرت اقدس کی تفسیر جواہر القرآن کو آپ کی ہمنوائی میں بھی مایۂ نازہی سمجھتا ہے اس میں غیر کے مسلک کا تحفظ تو ہے لیکن اپنے اساتذہ کرام کا کوئی تحفظ یا دفاع نہیں فرمایا گیا ۔ حضرت مدظلہ نے توسل بالذوات کی نفی فرمائی ہے ۔ دنیا سے انتقال کر جانے والے کو وسیلہ بنانے سے منع فرمایا ہے ۔ حضور علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر شفاعت کی درخواست کرنے سے منع فرمایا ہے ۔ اور بحق فلاں کہنے کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے ۔ حالانکہ بالکل آپ کی طرح ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے اساتذہ کرام اور استاذ الاساتذہ حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی ، حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالے کی طرف سے دفاع فرماتے ۔ آپ کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیئے کہ بندہ نے اپنے مضمون میں ہدایہ کی عبارت کہ اللہ تعالے سے بحق فلاں کہہ کر دعا نہیں مانگنی چاہیئے ، بھی نقل کرکے آپ کے استاذ مکرم اور اپنے واجب الاحترام حضرت شیخ القرآن کے اس قول کی کہ بحق فلاں کہہ کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے کو مؤید کہا ہے اور اکابر دیوبند کے کلام میں جن جن تشریحات طیبہ میں بحق مقتدائے مقتدایان آیا ہے میں یوں تطبیق دی ہے کہ تعارض نہ رہے ۔ عربی زبان میں جس حق کو مکروہ قرار دیا گیا ، اس کے معنی استحقاق یعنی CLAIM AS DUE کے ہیں RIGHT اور اردو فارسی میں لفظ حق بمعنی واسطہ ، وسیلہ ، ذریعہ اور طفیل بھی مستعمل ہے ۔ عرض ہے تو صرف یہ ہے کہ آپ نے اپنے استاذ مکرم کا دفاع کرکے حق ادا کر دیا لیکن یہ حق آپ کے استاذ مکرم حضرت شیخ القرآن مدظلہ پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے اساتذہ کا دفاع فرمائیں ۔ بندہ کے ساتھ شیعہ ، غیر مقلد ، بریلوی اور دوسرے قبر پرست بھی اخباری لائن کے سبب ملتے جلتے رہتے ہیں اور بندہ ہمیشہ اکابر دیوبند کی ہی " ازخود ترجمانی " کرتا رہتا ہے لیکن یہاں پر آکر بندہ بے حد مجبور ہو جاتا ہے جب وہ یہ پیش کرتے ہیں جو حضرت شیخ القرآن نے پ ۱۵ کی آیت وسیلہ کی تفسیر میں مسلک تحریر فرمایا ہے ۔ اس مسلک کا اکابر دیوبند مثلاً حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہما اللہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ۔ فتاویٰ رشیدیہ ملاحظہ ہو " بحق فلاں کہنا درست ہے صـ ۸۲ اول ") بتائیے کیا مکروہ تحریمی لکھنے (جواہر القرآن پ ۱۵ ع ۶) میں اور " درست ہے " میں کوئی فرق نہیں ؟ کیا مکروہ تحریمی درست کو کہتے ہیں ؟ بس اس کی توضیح اور دونوں متضاد باتوں میں تطبیق ہونا لازم تھی اور یہ تطبیق اب بھی ضمیمہ شائع کرکے قرآن مجید کے ساتھ لگائی جا سکتی ہے اور آئندہ طباعت میں حاشیہ میں شائع کی جا سکتی ہے یہ تو کوئی مشکل کام نہیں ۔ پھر اپنے اکابر کا یہ اسی طرح کا

دفاع ہے جس طرح آپ نے اپنے بڑے اور استاذ مکرم کا کیا ہے حضرت گنگوہیؒ استاذ ہیں حضرت سلطان الموحدین مولانا حسین علی کے اور وہ استاذ ہیں حضرت شیخ القرآن کے اور حضرت شیخ القرآن استاذ ہیں آپ کے یہی حال مسئلہ استشفاع کا ہے ۔ زبدۃ المناسک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہے ، اسے ملاحظہ فرمائیں ۔ اور پھر حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نقش حیات حصہ اول صـ ۱۰۴ اور الشہاب الثاقب مصنفہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرمائیں " وہابیہ توسل بالانبیاء والاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعد الوفات ممنوع اور حرام قرار دیتے ہیں یہ حضرات (اکابر دیوبند) اس کو نہ صرف جائز بلکہ " ارجیٰ للاجابت " اور مفید تر قرار دیتے ہیں ۔ تشریحات حضرات چشت رحمہم اللہ تعالیٰ اور آداب زیارت و ادعیہ مدینہ منورہ اس پر شاہد عدل ہیں ۔ جو کہ حضرت نانوتویؒ ، حضرت گنگوہیؒ ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کی متعدد تصانیف میں شائع ہو چکے ہیں " مولانا محمد صابر و مولانا عبد السلام صاحب دامت برکاتہما ! کیا تطبیق ہے اس عبارت میں جو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان میں اور تفسیر جواہر القرآن کے مصنف حضرت شیخ القرآن (جن کے ادنیٰ شاگرد ہونے پر آپ کو فخر ہے) کے اس کلام میں کہ " اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا اور حضور علیہ السلام کی قبر مبارک پر اس طرح استشفاع (شفاعت کی درخواست کرنا) جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو باہر لے جا کر بارش کے لئے ان سے دعا نہ کراتے اور نہ یہ کہتے کہ اب حضور علیہ السلام ہم میں موجود نہیں ہیں اس لئے ہم آپ کے چچا عباسؓ کی دعا سے توسل کرتے ہیں ۔ (صـ ۲۳۶) اول تو یہ جملے کہ حضور علیہ السلام ہم میں موجود نہیں ہیں اس لئے ہم کسی روایت میں نہ ہوں گے ۔ یہ تو صرف زورِ خطابت یا قلم زوری معلوم ہوتی ہے ۔ ثانیاً یہ کہ کیا آپ اس امر پر جری ہیں کہ حضرت عمر و عباس رضی اللہ عنہما میں تمام اکابر دیوبند بالخصوص حضرت مولانا گنگوہیؒ ٹھوکر کھا گئے اور صرف آپ یا آپ کے ہمنوا یا آپ کے استاذ مکرم شیخ القرآن دیوبندیوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اس " علم لدنی " میں فائز المرام ہو گئے ۔

آپ نے اپنے گرامی نامہ میں زبدۃ المناسک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ حضور علیہ السلام سے شفاعت کی درخواست کرے بلکہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو سلام کے بعد بھی یہ عرض کرے کہ آپ میری حضور علیہ السلام کے پاس شفاعت کی درخواست کی منظوری کی سفارش کریں ۔ آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ کس بات کو صحیح سمجھا جائے ۔ جواہر القرآن کی اس عبارت کو یا جواہر القرآن کے عالی قدر لکھنے والے کے دادا استاذ اور اکابر دیوبند کے امام کو جیسے محدث اور عارف کامل ہونے کے ساتھ فقیہ النفس بھی سمجھا جاتا ہے ۔

حضرت شیخ القرآن نے توسل کا انکار فرما دیا ہے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " شجرہ پڑھنا درست ہے کیونکہ اس میں بتوسل اولیاء کے اللہ تعالے سے دعا کرتے ہیں اس کا کوئی حرج نہیں ۔ (فتاویٰ رشیدیہ صـ ۱۴۰ اول)

کیا یہ اموات اور ذوات سے توسل نہیں ۔ حضرت شیخ القرآن کا مسلک تو آپ پر اس لئے واضح ہی ہوگا کہ آپ ان کے بقول خویش ادنیٰ ، لیکن میرے یقین کے مطابق اعلیٰ شاگرد ہیں ۔ لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو ۔ " اولیاء کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور بشمول اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کے ہیں ۔ اور سوال قبر ہونا بندہ کو معلوم نہیں مگر ہاں حدیث میں آیا ہے کہ شہید کو عذاب قبر سے امن دی جاتی ہے اور یہ فضیلت اولیاء عظام کے واسطے بھی ہے (صـ ۴۳ اول فتاویٰ رشیدیہ) آپ نے ضمناً سماع موتیٰ کا اشارہ بھی فرمایا ہے ۔ آپ کا مسلک تو واضح طور پر عدم کا ہے لیکن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ " یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا



اسے آخر ہیں کسی دوسرے سبب سے مکروہ بھی فرمایا ہے اب آپ فرماویں کہ یہاں لفظ مکروہ کو مطلق لکھا ہے اور تحریمی یا تنزیہی کی کوئی قید نہیں لگائی۔ مولانا کے اس فتویٰ کو آپ کے خیال میں مکروہ تحریمی ہی کہنا چاہیئے۔ جیسا کہ آپ نے قاعدہ کلیہ تحریر فرمایا ہے کہ مطلق مکروہ فی الحقیقت مکروہ تحریمی ہی ہوتا ہے۔ تو ارشاد فرمایا جائے کہ کیا مکروہ تحریمی جائز بھی ہے؟ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص۸۴ ملاحظہ ہو "یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے، مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ، میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے"۔ ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں، بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں اور بخیال عالم الغیب اور فریاد رس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوں گے" (ص۸۴)۔ ذرا سوچیئے آپ اکثر کو حکم

کل کا دینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ حضرت اس کا تو خیال رکھا کیجئے۔ کیا کوئی مکروہ تحریمی محبت کے سبب یا خلوت ہونے کے سبب جائز ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں مطلق مکروہ کے معاملہ میں میری عرضداشت کو پسند خاطر فرمائیں گے۔ سماع موتیٰ کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک

اور فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو "مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور ــــ سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی پر مبنی ہے کیونکہ اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں شاذ ہیں ص۱۰۱ دوم) اب آپ ہی اندازہ فرمائیں آپ نے کیا مفہوم لیا ہے اور آپ کے پردادا استاذ جن کے شاگردوں اور مریدوں میں حضرت مدنی، حضرت مفتی کفایت اللہ، حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا انور شاہ، حضرت مولانا خلیل احمد، حضرت رائے پوری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا حسین علی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم بھی شامل ہیں، کیا فتویٰ دیتے ہیں آپ اور جیسے حضرت شیخ القرآن مدظلہم کے ادنیٰ بمعنیٰ اعلیٰ شاگرد علامہ محمد صابر، علامہ عبدالسلام (یا صرف محمد صابر عبدالسلام) کیا کیا گوہر افشانی فرماتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ سارا کلام طنز، تشنیع اور طعن سے بھرپور ہونے کے باوجود جن اکابر دیوبند کے نام کے لوگوں سے مسلک کے تحفظ کے لئے مدارس، مساجد اور ادارے قائم کرنے کی غرض سے چندے وصول کئے جاتے ہیں کو تو اندھیرے میں رکھنا کہاں کا انصاف ہے جلسوں میں چندہ اکھٹا کرنا اور اندرون

ملک اور بیرون ملک دیوبند جیسے بے مثل اکابر کے نام سے مال وصول کر کے ان کے مسلک کو سبوتاژ کر کے وہابیت کا پرچار کرنا کہاں کی دیوبندیت اور کس مسلک کا تحفظ ہے؟ خدا را دیوبند کا صحیح مسلک لوگوں تک پہنچانے میں میری امداد فرمائیے کہ دیوبندیت اور حنفیت میں سرِ مو تفاوت نہیں۔ بار بار علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ دینا اس وقت تو قابلِ قبول ہے جس وقت اکابر دیوبند بھی مؤید ہوں ورنہ بندہ کے نزدیک تو احناف میں ابن تیمیہ علامہ آلوسی ہیں اور حنابلہ میں علامہ آلوسی ابن تیمیہ ہیں فعلیھما رحمۃ اللہ وغفرانہ۔

اور غرض خاص یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے بھی وسیلہ واسطہ اور ذریعہ کو اختیار فرما کر اپنا کلام مجید ہم تک پہنچایا۔ حضور علیہ السلام، جبرئیل امین اور قلب محمدی کو باوجود قدرت کاملہ کے ہم انسانوں کے لئے وسیلہ بنایا۔ بلکہ آپ کو علوم اسلامیہ دینے کا وسیلہ آپ کے استاذ مکرم کو اور ان کا وسیلہ ان کے استاذ مکرم کو آخر تک۔ کیا یہ سب ذریعہ اور وسیلہ نہیں؟ کن فیکون والے نے بھی والدین کو اولاد کا وسیلہ بنایا۔ حوا کے لئے آدمؑ کی پسلی وسیلہ بنی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مریم علیہا السلام اور نفخۂ روح وسیلہ بنی۔ آدمؑ کے لئے گندھی ہوئی مٹی وسیلہ بنی۔ وسیلہ سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ اور یہ پڑھے لکھے کی طرف

سے بہت عجیب ہے کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود ثابت کرو۔ کسی شے کا عدم ثبوت اس کے عدم کو مستلزم نہیں۔ علامہ محمد صابر عبدالسلام کا عدم ثبوت زمانہ مشہود لہا بالخیر میں یقینی ہے لیکن یہ عدم ثبوت ان کے عدم کو مستلزم نہیں۔ گستاخی معاف۔ آپ وفات کے بعد توسل کے قائل نہیں اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "مزارات اولیاء کرام سے کاملین کو فیض ہوتا ہے۔ مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز جائز نہیں اور تحصیل فیض کا کوئی طریقہ خاص نہیں ہے جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اس طرف سے حسب استعداد فیضان ہوتا ہے۔ مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر و شرک کا دروازہ کھولنا ہے"۔ (ص۱۱۳ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم) اولیاء کرام کے مزارات سے فیض کا کاملین کو ہونا تو مقرر ہے باقی عوام کو فساد عقیدہ کے سبب اس سے بچایا جانا دیگر امر ہے۔ اور ملاحظہ ہو "بعض بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند بیٹھتے ہیں اور سورہ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے۔ اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے۔ اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں۔ الجواب۔ اس کی بھی اصل ہے اس میں بھی کوئی حرج نہیں اگر بہ نیت خیر ہے"۔

(ص۱۱ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول)

ایک ایسے ہی غالی توحیدی نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

سے سوال کیا کہ قبور انبیاء و صلحاء کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت کی درخواست کرنا حرام ہے۔ اگر جائز ہوتا تو قرون مشہود لہا بالخیر میں کسی صحابی، تابعی اور ائمہ میں سے کوئی تو نقل کرتا۔ (و کیف یکون دعاء الموتیٰ والدعاء عند قبورھم والاستشفاع بھم مشروعًا وعملاً صالحًا وتصرف عنہ والقرون الثلاثۃ المفضلۃ بنص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یفوز بہ الخوف الذین یقولون مالا یفعلون ویفعلون مالا یؤمرون وایضًا وکذالک التابعون کان عندھم من قبور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالابصار عدد کثیر فما استغاثوا بقبر احد منھم ولا دعوہ ولا دعوا بہ ولا دعوا عندہ ولا استشفوا بہ ولو کان ذالک منھم لنقد فیکون ذلک نصلا حرمہ خیر القرون وجعلوہ و ظفر بہ الخلوف وعلموہ۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ودعا آنہا خواستن حرام است الجواب: اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہو چکی ہیں کہ مأتہ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحٰق مرحوم دہلوی کو دیکھئے۔ چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصراً لکھنا ضرور ہوا۔ استعانت کے تین معنیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعاء کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے۔ یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔

دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے یا قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعینونی عباداللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں۔ ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے۔ اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث سے۔ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے لئے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع موتیٰ منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی وجہ سے اس کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس جواز کے واسطے یہ کافی ہے۔ اور قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی صحابہ کے وقت سے مختلف فیہ ہے مع ہذا سلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا بہرحال مسئلہ مختلفہ ہے اس میں بحث مناسب نہیں۔ (ص۸۷ تا ص۸۹ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول)

اب علامہ محمد صابر صاحب و علامہ عبد السلام صاحب (اگر یہ دو شخصیتیں ہوں) کو چاہئے کہ اپنے استاذ مکرم حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مدظلہم کو حضرت قطب عالم، فقیہہ النفس، شیخ الہند مولانا محمود حسن، امام العصر مولانا محمد انور شاہ کاشمیری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، سلطان الموحدین حضرت مولانا حسین علی، ولیٔ دوراں حضرت مولانا عبد الرحیم رائپوری اور دیگر اکابر دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے شیخ و مرشد اور استاذ الکل کے ارشادات کے محولہ بالا کے مطابق اپنی مایۂ ناز تفسیر جواہر القرآن میں ترمیم کر لینے کا مشورہ دیں نہ طنز ہے، نہ تشنیع، نہ حجت بازی، نہ تنقیصِ شان اور نہ ہی بے عزتی۔ حضرت شیخ القرآن کا مدرسہ مشن اور ادارہ محض اکابر دیوبند کے نام پر معروف و مشہور اور لوگوں کی نظر میں محبوب ہے۔ لوگ حضرت شیخ القرآن مدظلہم کی عزت، توقیر، احترام اور نقد ہدایا سے جو خدمت سرانجام دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد اکابر علماء دیوبند کی طرف ان کے انتساب کے سبب سے ہے یا پھر ایک دوسرا راستہ ہے اور وہ بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ علی الاعلان اکابر دیوبند سے اپنا رشتہ منقطع کر کے حنابلہ کے اس گروہ سے ناطہ جوڑنے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ جو فقہا اربعہ کے بعد پانچویں مستقل امامت کے دعویدار شیخ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اگر اس تکلف کو پسند نہ کریں تو سیدھے سادے آج کل کے اہلحدیث حضرات کا مسلک اختیار کر لیا جائے تا کہ جناب مولانا بہادر بیگ صاحب کو اکیلا ہی اس میدان کا مرد قرار نہ دیا جا سکے بلکہ کچھ اور واجب التعظیم بزرگ بھی ان کے ہم آہنگ سمجھے جانے لگیں اور ہم بریلویوں، غیر مقلدوں، اہلحدیث، پرویزیوں اور دوسرے گروہوں کو یہ بتلانے میں عار نہ سمجھیں کہ حضرت شیخ القرآن مدظلہم بہت بڑے عالم، عارف، قرآن دان، ماہر حدیث اور منطقی ہونے کے ساتھ ہر قسم کی تعریف کے مستحق ہیں لیکن اکابر دیوبند کے خدام یا ان کے ماننے والے دیوبندی نہیں بلکہ خالصتاً موحد اور توحیدی ہیں۔ امید ہے میری گذارشات کے جواب میں مجھے گالیوں کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ بلکہ میری گذارشات کو خیر خواہانہ قرار دے کر غور و فکر کیا جائے گا۔ مجھے حضرت شیخ القرآن مدظلہم سے تو ایسی امید ہے لیکن ان کے ادنیٰ اور اعلیٰ شاگردوں سے ایسی امید کم ہے لیکن لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اور ولا تایئسوا من روح اللہ کے ارشادات باری تعالیٰ کی بنا پر ناامید نہیں ہوں۔ اور سچے دل سے خدا کو حاضر ناظر جان کر دعا کرتا ہوں کہ حضرت قطب عالم، استاذ الاساتذہ شیخ دوراں فقیہہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے مطابق حضرت شیخ القرآن اپنی مصنفات اور مؤلفات میں ترمیم فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس شکور ہوں۔ آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیخ العالم مولانا محمود حسن رح کا فتویٰ

جو آپ نے بالفاظ الاستغاثۃ بالانبیاء والاولیاء مطلوبۃ لکنہا لم تشرع فی المواضع المذکورۃ (فتاویٰ رشیدیہ صد ج ۲) اور زندگی میں دعا کرائی جاتی ہے۔ لیکن قبروں پر نہیں۔" یہ فتویٰ اجمالی ہے۔ اسی فتویٰ کی توضیح اسی فتویٰ کے نیچے وہی درج ہے جو بندہ نے شیخ العالم کے استاذ و مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے اور اس پر حضرت قطب عالم اور استاذ و مرشد حضرت شیخ العالم نے یوں تحریر فرمایا ہے۔ غور سے پڑھیں، آپ تو ماشاء اللہ بینا ہیں، آنکھوں کی کمزوری اور نابینائی کا داغ تو بندۂ گندہ پر ہے۔ بقول آپ کے بندہ تو کشف و مراقبہ کی دنیا میں رہ کر باتیں گھڑتا ہے لیکن آپ جیسا بے بدل ادنیٰ شاگرد (بمعنیٰ اعلیٰ شاگرد) یقیناً بددیانتی تو نہیں کر سکتا، یہ تو صرف اپنے مطلب و مدعاء کو غیر مفید اور ضرر رساں سمجھ کر چشم پوشی، اغماض، سہو یا تسامح تو کر سکتا ہے۔ پڑھئے اور غور سے پڑھئے حضرت شیخ العالم ہی نہیں بلکہ حضرت استاذ الموحدین (آپ کے دادا استاذ مولانا مولوی حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ قطب عالم، امام دیوبند، فقیہہ النفس، سرپرست دار العلوم دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شیخ العالم کے دستخطوں اور عبد اللہ بن میرغنی الحنفی

مفتی مکہ مکرمہ کی تحریر کو ناکافی اور اجمالی قرار دے کر مولانا محمد حسن میرٹھی کی تحریر جس میں محولہ بالا تینوں صورتوں کی وضاحت ہے کے نیچے اپنے دستخط "الجواب بھذا التفصیل صحیح" لکھ کر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ فرما کر مہر لگاتے ہیں جناب مولانا محمد صابر و علامہ عبد السلام صاحبان (اگر یہ دو شخصیتیں نہ ہوں تو ورنہ صرف وہی شخصیت مراد ہیں جو قصہ مسجد محبوب آباد میں اپنے استاذ مکرم حضرت شیخ القرآن مدظلہم کے خلاف باقاعدہ محاذ آرائی میں مصروف رہے ہیں اور یہ تو یونہی یاددہانی کے لئے ذکر کر دیا کہ میرے ذہن میں ان کا یہ تعارف باوجود ضعیفی اور پیرانہ سالی کے محو نہیں ہوا۔ ورنہ بندہ کو اور کچھ بھی مقصود نہیں یہ تو صرف لِتَعَارَفُوا ہے) آپ تو مدرس ہیں۔ جب کوئی استاذ یا شیخ و مرشد تفصیلی فتویٰ پر کسی دوسرے مفتی کی رائے کے نیچے "الجواب بھذا التفصیل صحیح" لکھ کر دستخط کرے تو اس کی مراد یہی تو ہوتی ہے کہ ماقبل کی تحریر میں کچھ ابہام، کچھ ایہام، کچھ اجمال، کچھ تسامح، کچھ غلطی، کچھ غلط فہمی یا کچھ مفاد پرستی شامل ہے۔ ورنہ اتنا کافی تھا کہ "الجواب صحیح" اس کے ساتھ بھذا التفصیل (اس تفصیل کے ساتھ جواب صحیح ہے) لکھنا بے سود اور مہمل ہوتا۔ حضرت قطب عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام دیوبندی اسی لئے تو دوسرے القابات کے ساتھ ساتھ فقیہہ النفس کا لقب بھی دیتے ہیں۔

دیوبند کے ساتھ انتساب رکھنے اور دیوبندیت کے ترجمان ہونے کا دعویٰ رکھنے والوں کے لئے حضرت حکیم الامت، عظیم البرکت، مجدد الملت مولانا مولوی اشرف علی تھانوی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ کسی نے آپ سے وہی بات پوچھی تھی جس کا اظہار شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مدظلہم و دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی تفسیر جواہر القرآن کے صفحہ ۶۳۴ پ ۵ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ توسل کرنے کے عدم جواز پر بارش کے لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرانے کے سلسلے میں استدلال فرمایا ہے، کے متعلق حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں "توسل بالحی و بالمیت دونوں جائز ہیں اور یہاں جس نوع کا توسل تھا کہ حضرت عباس رض نے دعا کی اور اس دعا کو وسیلہ بنایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس لئے نہ ہو سکتا تھا کہ حضور ص سے دعا کرانا علم و اختیار سے خارج تھا، پس اس سے مطلق توسل بالمیت کا عدم جواز لازم نہیں آیا، باقی صحابہ رض سے خود ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے کی تعلیم فرمائی چنانچہ اعمیٰ کا قصہ مشہور ہے (۵، ج ۵ امداد الفتاویٰ) یہی جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کا ہے ہم دیوبندیوں کے لئے اکابر کی پیروی چاہئے یا پھر دیوبندیت چھوڑ کر انجمن آلوسیہ یا انجمن ابن تیمیہ کی بناء ڈال کر دیوبندیت کے خلاف کھل کر محاذ آرائی کو اپنانا کیا بہتر نہ ہوگا؟ شاید لوگ دیوبندیت چھوڑ کر زیادہ زیادہ خدمت کے مواقع مہیا کر سکیں۔ اس سلسلہ میں ایک قلمی فتویٰ جو دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی شیخ الادب والفقہ، استاذ العلماء الکاملین، حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ دیا در ہے کہ آپ کے شاگردوں میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ، مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ، مولانا غلام مرشد، مولانا عبد الرحمن کیمبلپوری، مولانا عبد الرحمن عیدگاہ شریف، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مفتی اعظم پاکستان، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے یگانۂ روزگار بھی شامل ہیں)، کا آج سے پینتیس ۳۵ سال قبل یعنی ۱۳۶۵ھ کا بھی موجود ہے اور اس کی فوٹوسٹیٹ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان دامت برکاتہم العالیہ کو ۱۶ مارچ کو بذریعہ رجسٹری اے ڈی بھیج دی گئی ہے، اس میں بھی وہی کچھ درج ہے جو بندہ کے مضمون ۵ مارچ میں توسل بالاموات کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ بندہ کا مقصود سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اکابر دیوبند توسل بالاموات اور استشفاع کے قائل ہیں اور ان اکابر کے ساتھ انتساب رکھنے والے کو اگر اختلاف ہو تو وہ دیوبندیت کی ٹھیکیداری سے دستبردار ہو جائے اور آزادانہ اکابر دیوبند کا نام لئے بغیر اپنا پروگرام چلائے لیکن غیروں میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے قطب عالم اور فقیہہ النفس کو رسوا نہ کرے۔

حضرات گرامی قدر! محض جواب

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ : احادیث الرسول ﷺ

ٹکڑے کر لئے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی (اس اختلاف مذموم کا ناٹک رچانے والوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ) ہمارے پاس آکر (قیامت میں) تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا، جب ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا ملے گی۔" (عثمانی رح)

اندازہ کرنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت، ان کے پیغام اور ان کی بنیادی و اصولی تعلیم کے علی الرغم و برعکس جو لوگ اختلاف و تفریق اور پھوٹ کا باعث بنے ——— ان کا اللہ کے نزدیک یہ مقام ہے کہ انہیں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرکے سرزنش کی جا رہی ہے بلکہ بعض دوسرے مقام پر ایسے لوگوں کے اس قسم کے اعمال کو اعمالِ شرک سے تعبیر کیا گیا ہے تو اگر کوئی شخص یا طبقہ ایک امت کے باوصف اور ایک نبی سے اپنی وابستگی کے باوصف اختلاف و تفریق کے بیج بوتا اور امت کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا نامراد اور ذلت و خواری کا مستحق ہوگا۔

اس دور آخر کے ایک نابغہ اور عبقری حضرت العلام السید رشید رضا مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ الوحدۃ الاسلامیہ نامی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں :-

"کہ پہلے تو انہوں نے سورۃ الانبیاء کی اسی آیت کا ذکر کیا جو ہم نقل کر چکے اس کے بعد فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے مسلمانوں کو جسد واحد سے تشبیہ دی ——— پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک کفر کے بعد باہمی اختلاف اور نزاع و جھگڑا سے بڑھ کر کوئی چیز مبغوض نہیں اگرچہ اختلاف عادی امور میں ہو (اس جملہ پر غور کریں)۔ فہم اور رائے میں اختلاف انسانی طبائع کا خاصہ ہے۔ اسی لئے لوگ ہمیشہ اختلاف و نزاع کا شکار رہتے ہیں اِلّا وہ لوگ جنہیں اللہ رب العزت اپنے رحم و کرم سے اس سے بچا لے ——— وہ اختلاف اسلام میں نہایت مذموم و مردود ہے جس کا سبب تفرق و انتشار ہو (جماعت بندی، گروہ بندی کا جذبہ مکروہ) اسلاف گرامی اس سے ڈرتے اور گھبراتے تھے۔ عقائد اور اصول دین کے معاملہ میں انہوں نے تاویل کا راستہ بھی پسند نہیں کیا اور اس سے بھی احتراز کیا۔ رہ گیا اجتہاد تو تو اس کا تعلق عملی معاملات سے تھا (جو بہر طور انسانی ضرورت ہے اور جس کے لئے کچھ مناسب ہدایات و حدود ہیں)

ان چند جملوں کو غور سے پڑھیں اور وحدت و اجتماعیت اور اس کے بالمقابل اختلاف و انتشار کی بدراہوں پر غور کریں اور ان لفظوں کو اپنے ذہن میں جما لیں کہ وَلَمْ یَکُنْ شَیْئٌ اَبْغَضَ الیہ بعد الکفر باللہ من الاختلاف والتنازع ولو فی الامور العادیۃ۔

(الوحدۃ الاسلامیۃ)

بقیہ : صفحہ ۱۷

برائے بحث رہنا کوئی عقلمندی نہیں، اور آپ جیسے شاگردان باصفا اور عالمان بے بدل سے اس بندہ کو توقع بھی نہ تھی۔ بندہ کا خیال یہی ہے اور یہی تھا کہ آپ اور آپ کی جماعت، اگرچہ متشدد ہے لیکن اہل حق سے وابستہ ہونے کے سبب حق قبول کرنے میں بھی پیش پیش ہے۔ اسی لئے بندہ نے صرف اور صرف خیر خواہی کے جذبہ سے گذارشات کی تھیں کہ جواہر القرآن کو مسلکِ حقہ اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی کا ترجمان بننا ہمارے لئے باعثِ صد افتخار ہوگا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات اب بھی حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات کی طرح اپنے تفردات منوانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ بہر حال بندہ دعا گو

— والسلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین

ہندوستان میں تحریک آزادی اسلام کے عظیم سپہ سالار

چراغ ولی اللّٰہی

شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

ہے اسوۂ اسلاف بہ اندازِ بہاراں
کانٹے کبھی پھولوں میں چبھویا نہیں کرتے

از جناب [illegible] کراچی

ولی اللہ

جہاد باللسان، جہاد بالقلم اور جہاد بالسیف کا نمونہ اگر علمائے متاخرین میں دیکھنا چاہیں تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر نظر پڑتی ہے۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ خبردار رہو۔ اولیاء اللہ پر نہ خوف طاری ہوتا ہے۔ اور نہ حزن و ملال۔ اس نوشتۂ حقیقت کی روشنی میں حضرت شہید کے حالات زندگی پڑھنے سے معلوم ہے کہ وہ صف اول کے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور ان کی زندگی اس آیت کی پوری پوری اتباع میں بسر ہوئی۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے۔ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العٰلمین کے لئے ہے۔ مختصر الفاظ میں ان کی شخصیت کی جامع تعریف یہ ہے کہ وہ عالم باعمل تھے۔

ولادت

امام العلماء سند المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے فرزند حضرت شاہ عبدالغنی رح حضرت شاہ عبدالقادر رح حضرت شاہ عبدالعزیز رح اور حضرت شاہ رفیع الدین رح کی علمی خدمات اور اشاعت قرآن و حدیث کے احسانات کا اعتراف جس قدر بھی کیا جائے کم ہے۔ اسی برگزیدہ خانوادے میں بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ کو اللہ پاک نے حضرت شاہ عبدالغنی رح کو ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام محمد اسمٰعیل رکھا گیا۔

تربیت اور تعلیم

اس بچے نے بزرگوں کی دعاؤں کی برکتوں میں پرورش پائی اور بچپن ہی سے علم و عمل کی مجلسوں میں تربیت حاصل کی۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ گیارہ برس کی عمر تک عربی قواعد کی کتابیں پڑھ ڈالیں۔ فلسفہ، کلام، منطق، معانی، ادب، ریاضی، جغرافیہ تاریخ اور حدیث میں قابلیت پیدا کی۔ اکثر کتابیں اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز سے پڑھیں۔ ذہن کی تیزی اور یادداشت کا یہ حال تھا کہ کتاب کو ایک دفعہ پڑھتے ہی پورے پورے مضامین زبانی یاد ہو جاتے تھے۔

تعلیم کے دوران میں آپ نے مناسب وقت کھیل اور ورزش میں صرف کیا۔ گتکا۔ پٹا۔ گھوڑے کی سواری، تیر اندازی، نشانہ بازی، سپہ گری اور تیراکی میں حد درجہ کمال کو پہنچے۔ ایک دن آپ کے ہم سبقوں نے حضرت شاہ صاحب سے شکایت کی کہ میاں اسمٰعیل کتابوں کے پڑھنے میں پورا وقت نہیں دیتے، انہوں نے آپ سے پوچھا۔ اسمٰعیل کیا بات ہے۔ تم کھیل کود میں لگے رہتے ہو، کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے۔" بولے "چچا ابا۔ جو کچھ سب جماعت نے پڑھا ہے مجھ سے دریافت فرما لیں۔" شاہ صاحب نے چند سوالات کئے۔ آپ نے اس خوبی سے جوابات دیئے کہ سب ہم سبق حیران رہ گئے۔

گتکا اور پٹا مرزا رحمت اللہ بیگ سے سیکھا۔ جن کی مہارت کا یہ حال تھا کہ شہزادے ان کی شاگردی کے خواہاں رہتے تھے۔ مکان کے قریب اکھاڑہ کھود رکھا تھا۔ جس میں مہینوں پہلوانی کی۔ پھر تیرنے کا شوق ہوا۔ اس میں اس قدر شغف بڑھا کہ تین تین دن تک دریائے جمنا میں تیرنے کی مشق کرتے۔ دم بڑھانے کے لئے کئی بار تیرتے ہوئے دہلی سے آگرہ تک گئے اور واپس آئے۔

علم لدنی

اتباع سنت، خلوص، راستی اور بے باکی آپ کی تحریر و تقریر کے جوہر تھے، تقریر حد درجہ اثر انگیز اور اللہ و رسول کی طرف رجوع کرنے والی تھی۔ بڑے بڑے علماء آپ کی تقریر پر حیران رہ جاتے تھے۔ قرآن و حدیث کے معارف اس خوبی کے ساتھ بیان

فرماتے کہ علوم و فنون کے دریا بہتے ہوئے معلوم ہوتے۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں قرآن مجید کے ایک رکوع کی تفسیر بیان فرمائی۔ مشہور علمائے وقت مولانا امام بخش صہبائی اور مفتی صدرالدین وغیرہ شریک مجلس تھے۔ وہ اس قدر متاثر ہو کر اٹھے کہ ایک اور موقع پر انہوں نے آپ سے اس رکوع کی تفسیر کی دوبارہ فرمائش کی۔ آپ نے رکوع کی تلاوت کے بعد تفسیر بیان کی مگر انداز بیان بالکل جداگانہ تھا۔ اس فصاحت اور نکتہ آفرینی کے ساتھ مضمون کو بیان کیا کہ سامعین پہلے سے زیادہ متاثر ہوئے۔ ایک اور موقع پر آپ سے اسی رکوع کے بیان کی فرمائش کی گئی۔ اس مرتبہ آپ نے پہلے دونوں موقعوں سے علیحدہ مضمون کی وضاحت فرمائی اور اس خوبی کے ساتھ کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔

اتباع سنت اشاعت دین اور اتباع سنت کا آپ کو حد درجہ خیال تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ سخت بھی تھے۔ ہر بات سیرت و سنت کی کسوٹی پر پرکھتے اور ہر عمل کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دیکھتے۔ بہت سی ایسی باتیں جو عموماً شریعت کی حد بندی میں نہیں آتیں۔ مگر عقیدت و محبت کے جذبات کی وجہ سے اہل زمانہ میں جائز سمجھی جاتی تھیں ان کی نظر میں ناقابل تسلیم تھیں۔

للہیت ایک دن مراد آباد میں وعظ بیان فرمایا۔ جب وعظ ختم ہو چکا اور سب لوگ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ایک بوڑھا شخص دروازہ پر آپ سے ملا، وہ آپ کے وعظ کی خبر سن کر آیا تھا۔ اس نے آپ سے پوچھا کیا وعظ ختم ہو گیا آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ وعظ سے محروم رہنے پر بہت افسردہ ہوا اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس نہ کرو۔ میں تمہیں بھی وعظ سنا دوں گا۔ چنانچہ اس بوڑھے شخص کو ایک مسجد میں لے گئے اور پورا وعظ جو پہلے بیان کیا تھا اسے سنا کر مطمئن کیا۔ یہ حسن سلوک آپ کا للہیت اور لوگوں کی نجات کی دردمندی کی وجہ سے تھا۔ ورنہ اس درجہ کے اللہ سے محبت کرنے والے اور انسانوں کے خیر خواہ کہاں ملتے ہیں۔

روحانی فیض حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے عربی کی ایک کتاب کافیہ کے اسباق پڑھے۔ اسی لحاظ سے وہ آپ کے شاگرد ہوئے۔

مگر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے مزید روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے حضرت سید احمد بریلویؒ کو اپنا مرشد منتخب فرمایا اور بیعت ہو کر ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آپ علوم دین میں فارغ التحصیل اور متبحر عالم تھے۔ خاندانی وجاہت اس کے علاوہ تھی۔ اور حضرت سید احمد بریلویؒ نے کافیہ سے آگے کتابیں نہ پڑھی تھیں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپ نے حضرت سید احمد بریلویؒ سے بیعت ہونے کی یہ دو باتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ فرمایا ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ میں نماز کے وقت مسجد میں پہنچا۔ اتفاق سے اس مسجد کی چھت درمیان میں سے ٹپکتی تھی۔ جماعت کے وقت سب نمازی ادھر اُدھر ہو گئے۔ ٹپکنے والی جگہ صف میں خالی رہی۔ سید صاحب وہاں آکر کھڑے ہو گئے۔ اور سب پانی ان پر پڑا۔ یہ دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص بہت بڑا متبع سنت ہے۔

۲۔ جب میں نے حضرت سید احمد بریلویؒ سے بیعت ہونے کا قصد کیا تو مزید اطمینان کے لئے حضرت سید سے عرض کیا کہ مجھے دو رکعتیں موافق حدیث لَا تُحَدِّثُ فِیْھِمَا نَفْسَہٗ پڑھا دیں۔ بولے وضو کر لو۔ نماز پڑھائی اور درمیان نماز ماسوا کا کوئی خطرہ دل میں پیدا نہیں ہوا۔

شیخ کی محبت اور ادب حضرت سید احمد بریلویؒ سے بیعت ہونے کے بعد آپ نے پیر کی محبت اور ادب کی حد درجہ عظیم مثال قائم فرمائی۔ آپ خاندان ولی اللہ کے شہزادے تھے۔ اہل زمانہ اور شاہانِ وقت کی نظروں میں بہت اونچا مرتبہ رکھتے تھے۔ لیکن حضرت سید احمد بریلویؒ کا مرید ہو کر آپ نے ان کی کفش برداری کو اعزاز سمجھا۔ جب حضرت کہیں ٹھہرتے تو آپ اُن کے جوتے اپنے پاس رکھتے اور جب پالکی میں سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ روانہ ہوتے تو آپ ان کے جُوتے اپنی بغل میں دبا کر پالکی کے پیچھے پیچھے بھاگتے ہوئے ساتھ جاتے۔

اللہ اللہ! اہلُ اللہ کی آپس میں محبت کا کیا انداز ہے پھر حضرت سید کو آپ سے کس درجہ محبت ہوگی۔ اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ ہاں یہ سب اللہ اور اس کے محبوب رسولؐ کی محبت کی وجہ سے تھا۔

اشاعت اسلام وعظ و تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ان

قدر ذوق کہ کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جس میں آوازِ حق بلند کرنے میں مصروف نہ رہتے تھے۔ کوچہ کوچہ اور گھر گھر آپ کے وعظ و تقریر کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ طبائع کے اختلاف سے لوگوں میں آپ کے متعلق موافقت اور مخالفت کے قدرتی جذبات پیدا ہوئے۔ مگر اس میں بھی اللہ پاک کی مصلحت تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو موافق ہوئے وہ ایسے کہ انہوں نے آخر دم تک آپ کا ساتھ دیا۔ اور جہاد کے مقدس فریضہ میں آپ کی کمان میں لڑے اور جنہوں نے مخالفت کی ان کی علمی بحثوں سے لوگوں میں تعلیم مذہب کی طرف خاصی توجہ پیدا ہوئی۔

آپ کی قوتِ برداشت، تاثیر تقریر اور اشاعتِ دین کے چند واقعات نہایت مشہور ہیں۔

قوت برداشت ایک دفعہ مخالفوں نے آپ کو ایذا پہنچانے کے لئے دو پہلوان مقرر کئے۔ دوپہر کے وقت یہ دونوں چھتری لگائے جامع مسجد فتحپوری میں پہنچے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جون کے مہینے کے سخت ترین گرم دوپہریں جب کہ آسمان کے آگ برسانے کا جواب زمین شعلے اگلنے کی صورت میں دے رہی تھی حضرت شہید مسجد کے پتھریلے فرش پر ننگے پاؤں اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں۔ اور مجذوبانہ کیفیت طاری ہے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر پوچھا آپ ان تپتے ہوئے پتھروں پر کیوں پھر رہے ہیں فرمایا۔ برداشت کی قوت پیدا کر رہا ہوں تاکہ اللہ کی راہ میں جہاد کے دن کام آئے۔ یہ سن کر وہ بہت متاثر ہوئے اور توبہ کر کے بیعت ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں آپ کے ساتھ جہاد میں گئے اور کافروں کے ساتھ لڑ کر شہید ہوگئے اللہ اللہ جو لوگ آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے آئے وہ خود شہادت کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔

تاثیر تقریر ایک دن آپ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے کہ ایک مخنث اُدھر آنکلا۔ وہ مہندی لگائے زیور پہنے اور بھڑکیلے لباس میں ملبوس تھا۔ اسے تفریح کی سوجھی۔ آپ کے قریب جا پہنچا اور تماشا بن کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگا۔ آپ نے اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اس کے رنگ ڈھنگ کی برائی پر اللہ کے مواخذے اور عذابِ آخرت کا بیان اس جذبہ کے ساتھ کیا کہ وہ زیادہ دیر تک تاب نہ لا سکا۔ اس قدر متاثر ہوا کہ چوڑیاں توڑ ڈالیں۔ زیور اتار پھینکا اور مہندی کا رنگ چھڑانے کے لئے ہاتھوں کو سیڑھیوں پر اتنا زیادہ رگڑا کہ خون بہنے لگا۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ وہ سچے دل سے تائب ہو گیا۔ لکھا ہے کہ وہ حج سے مشرف ہوا اور اکوڑہ کی لڑائی میں آٹھ سکھوں کو مار کر شہید ہوا۔

اشاعت دین ایک دن آپ مدرسہ رحیمیہ دہلی کے باہر تشریف فرما تھے کہ زنانِ بازاری کا بہت بڑا ہجوم رتھوں اور بہلیوں میں سڑک پر گزرا۔ آپ نے ان عورتوں کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا یہ مسلمان رنڈیاں ہیں جو اپنی ہم پیشہ عورتوں کے یہاں جشنِ نوروز میں حصّہ لینے کے لئے جا رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا جب یہ مسلمان ہیں تو ہماری بہنیں ہیں۔ اللہ پاک ہم سے پوچھے گا کہ اس قدر مسلمان عورتیں بدکاری میں گرفتار تھیں اور تم نے ان کو نصیحت نہیں کی انہیں نصیحت کرنا چاہیئے میں ان کے مکان پر جا کر انہیں نصیحت کروں گا۔ لوگوں نے آپ کو منع کیا۔ اور کہا کہ ان کے گھر جانا آپ کی شان اور وضع کے خلاف ہے۔ آپ نہ مانے دین کی اشاعت کی تڑپ کشاں کشاں آپ کو اُن کے دروازے پر لے گئی۔ آپ نے دستک دی۔ "اے اللہ والیو، اے اللہ والیو" خادمہ دروازے پر آئی۔ پوچھا کون ہو۔ فرمایا فقیر ہوں دعا دوں گا۔ وہ آپ کو اپنے ساتھ جشن میں لے گئی۔ سب نے حیرت اور استفسار کی نظروں سے آپ کو دیکھا اگرچہ درویشانہ حالت تھی مگر فوراً ہی مملکت اسلام کے سردار کو سب نے پہچان لیا۔ آپ کے لئے مسند خالی کر کے خود فرش پر بیٹھ گئیں۔ آپ نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اللہ کے کلام اور آپ کے خلوص نے وہ اثر دکھایا کہ اکثر عورتیں ہوش کھو بیٹھیں۔ تلاوت کے بعد وعظ فرمایا۔ دنیا کی بے ثباتی بیان کی۔ عذاب قبر کا حال سنایا۔ قیامت کی سختیوں کا تذکرہ فرمایا۔ اور بدکاری کی دردناک سزاؤں سے خوف دلایا۔ ہر طرف سے گریہ و زاری اور فریاد و فغاں کا طوفان اٹھا۔ مجلس میں ہر طرف اللہ کے خوف سے لرزا طاری ہو گیا۔ اس وقت آپ نے توبہ کی خوبیاں بیان کیں اور رحمتِ خداوندی کا بیان فرما کر سب کو تسلی دی۔ پھر نکاح کی فضیلت بیان فرمائی۔ آپ کی نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ قابل نکاح رنڈیوں نے نکاح کر لئے۔ اور بڑی بوڑھیوں نے مزدوری کر کے روزی کمانا اختیار کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سکھوں کے ساتھ جہاد کے موقع پر گھوڑوں کا دانہ پیسنے

کی خدمت، جشن کی مالکہ نے اپنے ذمہ لی ہوئی تھی۔

حرّیتِ ضمیر آوازِ حق بلند کرنے میں آپ کے نزدیک عوام کی مخالفت اور خواص کی عظمت ایک جیسی بے اثر تھی۔

ایک دفعہ بادشاہ اکبر ثانی نے آپ کو قلعۂ معلّی میں طلب کیا۔ آپ نے جواب بھیجا کہ اگر آپ یاد فرماتے ہیں تو مجھے ان قیود سے معاف رکھا جائے جو دربار کا خاصہ ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہیں۔ بادشاہ نے منظور کر لیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے آپ کی تکریم کی اور آپ کے خاندان کی تعریف کی۔ پھر لوگوں کی شکایتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔ خدانخواستہ آپ کے خیالات ایسے ہو گئے ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توہین آمیز خیالات کے اظہار کو برا نہ سمجھیں۔ یہ سن کر آپ نے کلمہ طیبہ پڑھا پھر حضور کے فضائل و مناقب اس ذوق کے ساتھ بیان کئے کہ بادشاہ آبدیدہ ہو گیا اور معذرت چاہی آپ نے دیکھا کہ بادشاہ نے سونے کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے سونا پہننا حرام کیا ہے اور عذاب کا باعث بتایا ہے۔ بادشاہ نے کپڑے اتار آپ کی نذر کر دیئے آپ نے لینے سے انکار فرمایا۔ کہا۔ یہ غریبوں کا حق ہے۔ انہیں دے دیجئے

دورِ ظلمت آپ کا عہد سیاسی بدنظمی اور طوائف الملوکی کا تاریک ترین دور تھا۔ مغلیہ سلطنت کا زوال مکمل ہو چکا تھا۔ فرانسیسیوں۔ انگریزوں۔ مرہٹوں اور سکھوں نے تاخت و تاراج کے متعدد ہنگاموں کے بعد ملک کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ صوبہ پنجاب میں سکھوں کی سختیاں اس حد تک بڑھ چکی تھیں کہ انہوں نے اذان اور نماز کو زبردستی بند کر دیا تھا۔ مساجد کی بے حرمتی عام تھی۔ جہانگیر کا مقبرہ اور شالامار باغ کو ویران کیا جا چکا تھا۔ ظلم و ستم کا دَور دورہ تھا۔ مسلمانوں کی زندگی ہر وقت خطرے میں تھی۔

بے مثال مجاہد حضرت شہید کو سکھوں کے مظالم کی داستانیں متواتر پہنچتی رہیں۔ آپ حالات کی جستجو کے لئے بھیس بدل کر سکھوں کے مشہور مقامات پر گئے اور دو سال تک ان کی فوجی طاقت کی ہر قسم کی معلومات لینے کے بعد دہلی واپس آئے۔ اسی اثنا میں حضرت سید احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ آپ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مجاہدین کا ایک بڑا لشکر تیار ہوا مناسب سمجھا گیا کہ صوبہ سرحد میں پہنچ کر سکھوں پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ مجاہدین سندھ کی طرف سے افغانستان کی حدود میں داخل ہوئے۔ کئی مقامات پر سکھوں کے لشکروں سے زبردست مقابلہ ہوا۔ جن میں سکھوں کو شکست ہوئی۔

شہادت آخری معرکہ بالاکوٹ کے مقام پر پیش آیا۔ کہتے ہیں کہ اس معرکہ میں بعض مسلمانوں کی غداری سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔

۶ رمئی ۱۸۳۱ء مطابق ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ حضرت شاہ اسمٰعیل اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حق مہر کا مقصد

اسلام سے قبل خاوند کے گھر میں عورت کی حیثیت ایک ذلیل غلام کے برابر تھی۔ اسلام نے عورت کو ایک خصوصی مقام عطا کیا۔ میراث کے علاوہ خاوند کے ذمہ حسب حیثیت حق مہر کی ادائیگی بھی واجب فرما کر عورت کی قدر و منزلت کو بلند کر دیا گیا ہے۔ حق مہر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بعض اوقات جب خاوند ظلم کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور نہ تو طلاق دیتا ہے نہ روٹی کپڑا۔ تو عورت اپنے وجود کو آزاد کرانے کے لیے حق مہر کا مال واپس کر کے خلع کے ذریعہ طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ کسی مصیبت یا سخت ضرورت میں جب اس کا کوئی معاون نہیں ہوتا تو وہ اپنے حق مہر سے اس ضرورت کو پورا کر سکتی ہے اور دوسرے کی احتیاج سے بچ جاتی ہے۔ حق مہر عورت کا خصوصی حق ہے جس کا ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ موت کے بعد اس سے میراث بھی جاری ہوگی۔

جس طرح خیرات و صدقات زکوٰۃ کا بدل نہیں ہو سکتے اسی طرح سے عورتوں کی محض رسمی طور پر اعانت کرنا خلافِ اسلام مذاہب کی پیروی ہے جس سے یہ حقوق ادا نہیں ہوتے اور اس کا قیامت میں بھی سخت مواخذہ ہوگا۔ موجود دور کے تمام عائلی فتنے اور ازدواجی بدمزگیاں ان احکام شرعیہ کے خلاف ورزی کا نتیجہ ہیں۔ (ابوالخیر اسدی)

یادِ یارانِ رسولؐ

شاعرِ اہلسنتؒ مدّاحِ صحابہؓ حضرت سرشار کسمنڈوی مرحوم و مغفور

بہارِ گلشنِ طیبہ کے منظر یاد آتے ہیں … گلستانِ خلافت کے گلِ تر یاد آتے ہیں
ہمیشہ جاں نثارانِ پیمبر یاد آتے ہیں … جو دنیا جگمگاتے تھے وہ گوہر یاد آتے ہیں
چراغ و مسجد و محراب و ممبر یاد آتے ہیں … ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ یاد آتے ہیں
زبیرؓ و طلحہؓ و عبّاسؓ و جعفرؓ یاد آتے ہیں … وہ شیدائے نبیؐ۔ اخلاص پیکر یاد آتے ہیں
سرِ تسلیم خم تھے جن کے اندازِ نبوت پر … ادب سے دم بخود رہتے تھے آوازِ نبوت پر
ہماری جب نظر پڑتی ہے آغازِ نبوت پر … فداکاری کے وہ جذبات اکثر یاد آتے ہیں
زمین و آسماں کروٹ بدلتے ہیں پئے ہجرت … مدینہ کا ارادہ کر کے چلتے ہیں پئے ہجرت
رسول اللہؐ مکہ سے نکلتے ہیں پئے ہجرت … رفاقت کیلئے صدیق اکبرؓ یاد آتے ہیں
نہیں ملتے انیسِ شامِ تنہائی نہیں ملتے … شبِ ہجرت رفیقِ راہ پیمائی نہیں ملتے
خدا ملتا ہے لیکن ایسے شیدائی نہیں ملتے … ہمیں حالاتِ غارِ ثور اکثر یاد آتے ہیں
دعا کی نصرتیں شامل تھیں اقرارِ رسالت میں … "عمرؓ" اس شان سے آتے ہیں دربارِ رسالت میں
ہزاروں بانکپن تھے اس فداکارِ رسالت میں … وہ عالم یاد آتے ہیں وہ تیور یاد آتے ہیں
نظر انداز ہو سکتے نہیں اخلاص کے رشتے … چھپائے سے کہیں چھپتے ہیں حسنِ خُلق کے جلوے؟
"عمرؓ" سبطین[۱] کو سب سے سوا ہر چیز دیتے تھے … محبت کے وہ افسانے برابر یاد آتے ہیں
نقوشِ معرفت ہر قلبِ مومن میں اُبھرتے ہیں … کمالِ صبر و استقلال کے جلوے نکھرتے ہیں
تلاوت جب کبھی ہم آیۂ "یکفی"[۲] کی کرتے ہیں … حیاء گستر، شہید حلم پرور یاد آتے ہیں
نئے فتنے کا دنیا میں کبھی جب شور ہوتا ہے … نمایاں جب کسی "فرقہ" کے دل کا چور ہوتا ہے

۱؎ سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سبط۔ نواسہ۔ ۲؎ یعنی سورۂ بقرہ کے سولھویں رکوع کی وہ آیت جس پر شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کا خون گرا۔

نظامِ عالمِ اسباب جب کمزور ہوتا ہے
علی شیرِ خدا، فاتحِ خیبر یاد آتے ہیں

نظر کے سامنے ہے آج بھی آئینہ ہر منظر
جمالِ رحمۃ اللعٰلمین کے سایہ میں اٹھ کر

گرے جو برق بن کر عظمتِ کسریٰ و قیصر پر؟
ہمیں شمشیرِ خالدؓ کے وہ جوہر یاد آتے ہیں

مشیت کا کرم راہِ عمل میں کارفرما تھا
خدا کی رحمتیں تھیں شاملِ اہلِ وفا کیا کیا؟

کبھی جب ذکر آجاتا ہے جنگِ قادسیہؓ کا
بشارت یاب "سعدؓ" فتح پیکر یاد آتے ہیں

شرف افروز تھی جن کی وفا چشمِ پیمبر میں
شجاعت جن کے حصہ میں بسالت جن کے پیکر میں

جو بیابا کی سے گھوڑے ڈال دیتے تھے سمندر میں
ہمیں اب وہ رضاءِ حق کے خوگر یاد آتے ہیں

جہادوں میں چمکتی تھی خدا کی تابشِ نصرت
صفاءِ قلب کی اللہ اکبر رفعت و عظمت

جنہوں نے روم سے کی دور شرک و کفر کی ظلمت
امیرِ شام[۳] کے پُرجوش لشکر یاد آتے ہیں

عبادت یا ریاضت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے؟
محبت کا اخوت کا۔ اگر کچھ ذکر آتا ہے؟

شجاعت اور لیاقت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے
تو خولہ[۴] بنت ازور ابن ازور[۵] یاد آتے ہیں

عرب کے ریگزاروں میں "صحابہ" مظہرِ حق تھے
خلافت کی بہاروں میں صحابہ مظہرِ حق تھے

وفا کے شاہکاروں میں صحابہ مظہرِ حق تھے
کوئی بھولے مگر ہم کو برابر یاد آتے ہیں

بحمد اللہ قدح نوشِ مےِ مدحِ صحابہؓ ہیں
ہم اے "سرشار" مدہوشِ مئے مدحِ صحابہؓ ہیں

زہے قسمت! ہزار جوشِ مئے مدحِ صحابہؓ ہیں
ہمیشہ ہم کو جامِ حوضِ کوثر یاد آتے ہیں

۳ے یعنی امیر المومنین خالی المسلمین (اہلِ اسلام کے ماموں) امام عادل و کریم امیر سخی و حلیم خلیفہ پنجم کاتب الوحی سیدنا ابو عبدالرحمٰن معاویہ بن سیدنا ابی سفیان صخر بن حرب علیٰ نبینا و علیھم السلام والرضوان

۴ے ۵ے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عم زاد ہمشیرہ اور بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(بقیہ اداریہ)

جائیں اور وہ عبرت ناک سزا دی جائے کہ آئندہ کوئی شخص ایسی حرکت نہ کر سکے۔

حکومت اگر اسی طرح گومگو کی پالیسی کا شکار رہی اور اس نے مجرم ضمیر اور فرقہ پرور اور آئین شکن لوگوں کا سختی سے محاسبہ نہ کیا تو صورتِ حال جس طرح بگڑے گی اس کو سنبھالا نہ جا سکے گا۔ اس لئے اے اربابِ اقتدار! حالات کو سنبھال لو اور ایسے لوگوں کو ٹھکانے لگا دو کہ اس میں ملک، قوم اور اسلام بلکہ خود تمہارا بھلا ہے۔ اگر تم نے اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کیں تو وقت تمہیں معاف نہیں کرے گا

اے اللہ! ہمیں عقل و شعور عزم و حوصلہ اور صحیح فیصلوں کی توفیق دے۔

علوی ۳۰ اپریل ۸۴ء

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے —— مدیر

حضرت مجدد الف ثانی اور شانِ اصحابِ رسولؐ

مرتبہ: حافظ عبدالمجید صاحب
قیمت: -/۱۵ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ رضوان محلہ عثمان آباد چکوال ضلع جہلم

حافظ عبدالمجید صاحب تعلیم کے پیشہ سے منسلک ہیں۔ لکھنے کا ستھرا ذوق اللہ رب العزت نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ خدام الدین میں کسی دور میں ان کے وقیع مقالات چھپتے رہے۔ بالخصوص صحابہ کرام علیہم الرضوان سے متعلق ان کی تحریرات بڑی شستہ اور شگفتہ ہوتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی محبت و عقیدت سے انہیں بہرہ وافر عطا ہوا ہے اور یہ کسی شخص کی خوش نصیبی ہے کیونکہ اصحاب رسول سے محبت و تعلق اللہ کے سچے رسول سے محبت و تعلق کا ثمرہ ہے (رزقنا اللہ تعالیٰ وایاھم)

زیر تبصرہ کتاب ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ، کتابت و طباعت بڑے ستھرے ہیں۔ کتاب کے مندرجات اس کے نام سے ظاہر ہیں۔ الف ثانی کے مجدد اور سرزمین ہند پر اللہ تعالیٰ کی حجّت باھرہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف اور بعض دوسری تحریرات سے اس گلدستہ کو حافظ صاحب نے بڑی خوبصورتی سے مرتب کیا ہے — ۵۴ نہایت بیش قیمت عنوانات کے تحت موصوف نے مجددی نگارشات کو پیش کیا ہے اور اس طرح کہ صحابہ کرام کے متعلق کوئی پہلو باقی نہیں رہا —— آج جب کہ افراط و تفریط کی بیماری برادرانِ اہلسنت میں گھر کر چکی ہے اور ایران کے شیعہ انقلاب کے سبب سنیّت کے سانجھے خطرات کا شکار ہیں، ایسی کتابیں لائق صد افتخار ہیں۔ مرتّب موصوف مستحق شکریہ ہیں امید ہے کہ برادران اہلسنت تبلیغی نقطہ نظر سے لکھی جانے والی اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

زبدۃ الاحادیث

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور کے استاد محترم مولانا حمید الرحمن صاحب نے ۱۱۴ عنوانات کے تحت احادیث رسول کا عربی زبان میں یہ مجموعہ مرتب کیا ہے۔ جس میں ہر وہ بات آ گئی ہے جس کی مسلمان کو ضرورت ہے۔ مولانا موصوف درحقیقت ایک مدرس ہیں اور سالہا سال سے شیرانوالہ میں اسکول و کالج سے متعلق بچوں اور دوسرے بالغان کو پڑھانے میں مشغول ہیں۔ احادیث کی ضخیم کتابوں کا نچوڑ انہوں نے اس طرح ترتیب دیا ہے جو اس قسم کے طلبہ کے لئے بڑا مفید ہے ہمیں امید ہے کہ انہی خطوط پر کام کرنے والے احباب اس مجموعہ کی قدر کریں گے۔

-/۱۵ روپے میں یہ رسالہ انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے دستیاب ہے۔

خط و کتابت

کرتے وقت اپنا خریداری نمبر یا کھاتہ نمبر ضرور لکھا کریں۔ (مینجر)

خدا کے احکام چاہتے ہیں، نبیؐ کے فرمان چاہتے ہیں

قسم خدا کی نہ مال و دولت، نہ ساز و سامان چاہتے ہیں
خدا کے بندو! ہم اس وطن میں نفاذ قرآن چاہتے ہیں

یہاں ہو صدیقؓ کی صداقت، یہاں ہو فاروقؓ کی عدالت
یہاں علیؓ کی بہادری ہو، غناء عثمانؓ چاہتے ہیں

شراب خانے قمار خانے، یہ بدمعاشی کے کارخانے
تباہ و برباد چاہتے ہیں، خراب و ویران چاہتے ہیں

یہ ساز و نغمہ، یہ رقص و مستی، یہی ہے وجۂ زوال و پستی
سب ایسے فسق و فجور کا ہم، یہاں سے فقدان چاہتے ہیں

ہمارے بیٹے جو ہوں بہادر، تو بیٹیاں ہوں حیا کی پیکر!
معاشرہ جن سے ہو مثالی، ہم ایسے انسان چاہتے ہیں

وہ جن کے باعث ہمارے اسلاف، تھے معزّز زمانے بھر میں
وہ شرم و اخلاق چاہتے ہیں، وہ دین و ایمان چاہتے ہیں

ہمیں جو جینے کے گُر بتائے، ہمیں جو انسانیت سکھائے
ہم ایسی تعلیم چاہتے ہیں، وہ علم و عرفان چاہتے ہیں

جو راہِ حق پر ہمیں چلائے، جو ظلم و شر سے ہمیں بچائے
ہمیں ہے اس راہبر کی خواہش، ہم ایسا سلطان چاہتے ہیں

یہ سازشیں ہم نہ چلنے دیں گے، یہ کوششیں ہم نہ پھلنے دیں گے
بڑی ہلاکت ہے اے مسلماں! جو یہ شیطان چاہتے ہیں

تمہیں بتاؤں کہ ڈھا رہے ہیں، یہ کیوں حصارِ کتاب و سنّت؟
یہ اپنے کھُل کھیلنے کی خاطر، وسیع میدان چاہتے ہیں

اس لیے ہے عتاب ہم پر، یہی ہماری خطا ہے ظالم!
خدا کے احکام چاہتے ہیں، نبیؐ کے فرمان چاہتے ہیں

جو ہو شریعت کی حاکمیت، امن وطن میں ہو امن و راحت
ہم ایسا آئین چاہتے ہیں، ہم ایسا اعلان چاہتے ہیں!

سید امین گیلانی، شیخوپورہ